مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بحیثیت سوانح نگار

ممتاز احمد خان☆

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۴ء۔۱۹۹۹ء) بیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام کے ایک جید عالم دین، عربی اور اردو کے صاحب اسلوب ادیب، مفکر و محقق اور ایک عظیم سوانح نگار تھے۔آپؒ ایک ایسی پہلو دار شخصیت کے مالک تھے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھی، اس وجہ سے آپ کو علمی و ادبی حلقوں میں علی میاں کے نام سے پہچانا اور جانا جاتا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی شعوری و علمی زندگی کا سفر تذکرے، تصنیف سے شروع کیا۔آپ کو ابتداء عمر سے تذکروں اور سوانح عمریوں نے مطالعہ کا ذوق رہا اور آپ کے لیے سب سے زیادہ دلچسپ اور دلآویز موضوع اور مطالعہ کا سامان وہ مضامین رہے ہیں جن میں اہل قلم نے اپنی معاصر شخصیتوں اور اپنے زمانے کی نامور ہستیوں سے متعلق اپنے نقوش و تاثرات اور اپنے واردات و تجربات پیش کیے تھے

مولانا علی میاں خود لکھتے ہیں "بڑی دلچسپی اور ذوق کے ساتھ ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی کتاب "چند ہم عصر" مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی کا مضمون "ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی"، پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مجموعہ مضامین "گنج ہائے گرانمایہ" اور "ہم نفسان رفتہ" مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب "محمد علی کی ذاتی ڈائری" اور "حکیم الامت کے ...... نقوش و تاثرات"، شورش کاشمیری کے سوانحی خاکے "مولانا ظفر علی خان" وغیرہ پڑھے، ان میں سے متعدد مضامین اور کتابیں نہ صرف اردو ادب اور انشاء میں، بلکہ معاصر ادب اور عالمی لٹریچر کے بہترین نمونوں میں جگہ پانے کی مستحق ہیں۔ان مین سے بعض مقالات و رسائل نے اگر مصنف کے اندر اس موضوع پر لکھنے کی تحریک پیدا کی ہو تو تعجب نہیں" (۱)

☆ ساکن کھڈیاں ضلع قصور

مولانا ندوی مرحوم کے لیے سوانح نگاری کا فن ''سو پشت سے ہے پیشۂ آباء............'' کے مترادف ہے اور ''مشرق و مغرب کے میخانے ان کے دیکھے ہوئے ہیں''۔ معاصر شخصیتوں کی طویل رفاقت وصحبت اور اُن کے مطالعۂ ومشاہدہ کا جو موقع آپ کو ملا اس کی بنیاد پر نفس انسانی کی تہہ تک رسائی اس کے وسیع آفاق اور فضائے محیط کا علم، پھر اس کی جامع اور نازک تصویر کشی کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت ہے مولانا کی شخصیت میں اس نازک وادی سے گزرنے کی وہ تمام صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور سوانح پر مولانا کی تحریرات اس کی شاہد عدل ہیں.

۲۔مولانا کے خاندانی بزرگوں کا تصنیفی و تالیفی سرمایہ

مولانا علی میاں ہی کی زندگی نہیں، آپ کے اسلاف کی زندگی کا بہترین حصہ اہل کمال اور گذشتۂ وموجودہ شخصیتوں کی تاریخ وتذکرہ نویسی میں گذرا ہے، اس دشت کی سیاحی میں کم سے کم یہ تیسری پشت ہے.

مولانا محمد منظور نعمانی ؒ آپ کی سوانح نگاری کی خصوصیات اور خاندانی پس منظر کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اللہ کے مقبول بندوں کی سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی ان کا خاص محبوب شغل ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص صلاحیت بخشی ہے''.

دراصل بزرگوں اور دینی شخصیات کی سیرت نگاری مولانا علی میاں کی آبائی اور موروثی سعادت ہے۔ان کے دادا مولانا حکیم سید فخر الدین فارسی کے ایک جلیل القدر مؤرخ اور دبیر تھے اور ان کے والد بزرگوار مولانا سید عبدالحی ہندوستان کے ابن خلکان اور ابن الندیم تھے۔ جو ''نزھۃ الخواطر'' جیسی عظیم کتاب کے مصنف ہیں، جو ہندوستان کے مشاہیر اعیان، علماء ومشائخ واہل علم و مصنفین کا آٹھ جلدوں میں مبسوط تذکرہ ہے.

مولانا علی میاں کی سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی میں اس نسلی اور موروثی ذوق و مناسبت کے ساتھ کچھ عناصر اور بھی شامل ہو گئے ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق علم و مطالعہ سے اور بعض کا روح وقلب کی کیفیات سے ہے''۔(۲)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی اس صلاحیت خاص ''سوانح نگاری'' کے ذوق اور شوق کا دعویٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مصنف کو مشہور و اہم شخصیات کے سوانح حیات اور متقدمین و متاخرین کے حالاتِ زندگی اور کارنامے لکھنے اور بیان کرنے کا شاید اپنے بہت سے معاصرین اور رفقاء سے زیادہ اتفاق ہوا ہے''۔(۳)

یہ خاندانی علمی دلائل اس بات پر صادق ہیں کہ مولانا ندوی ایسی شخصیت نہ تھی جو انقلابی یا ہنگامی طور پر بطور سوانح نگار یا سیرتؐ نگار بن کر ابھری، بلکہ یہ خاندانی اثرات تھے جن کی بناء پر آپ میں وہ خصوصیات اور صلاحیتیں جمع ہوگئی تھیں جو ایک نامور سوانح نگار اور سیرتؐ نگار میں ہونی چاہئیں ۔تاریخ نگاری اور سوانح نگاری آپ کا خصوصی موضوع رہا۔آپ نے اسلامی تاریخ اور اسلام کے اصول سوانح پر اس قدر لکھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی.

مولانا علی میاں ایک نامور عالم دین ، بلند پایہ مصنف ، دانش ور، صاحب طرز ادیب، سحر انگیز مقرر، ایک منفرد مؤرخ اور سیرت وسوانح نگار تھے، لیکن سب سے بڑھ کر وہ ایک داعی ،مبلغ، مصلح اور صاحب دل، مزکی اور مربی تھے۔ان تمام اوصاف نے آپ کو احیائے اسلام کے معماروں میں ایک درخشاں مقام پر متمکن کیا.

جب ہم بیسویں صدی کی اسلامی فکر کی قوس وقزح پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کا فکرو اسلوب اور ان کی دعوت وتبلیغ ایک گلدستہ کی مانند نظر آتی ہے، جس میں ہر طرح کے پھول نظر آتے ہیں اور ان سے کئی اقسام کی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر رہی ہوتی ہے.

۳۔سوانح نگاری میں تنوع

سید ابوالحسن علی ندویؒ مرحوم نے سوانح وتراجم اور تذکرے کے موضوع پر جو کتب لکھیں اگرچہ موضوع کے اعتبار سے ان میں ہم آہنگی اور وحدت ہے ،لیکن ان کے اسلوب میں جدت و انفرادیت ہے۔آپ نے فن تاریخ نویسی اور سوانح نگاری کے مروجہ مزاج وانداز اور لگے بندھے ڈگر سے ہٹ کر اپنی کتابوں میں ان تاریخی دستاویزات اور مصادر ومراجع سے بھی فائدہ اٹھایا جو بظاہر

اس موضوع پر نہیں تھیں، مگر ان میں وہ قیمتی لعل و جواہر موجود تھے، جو براہ راست خاص اس موضوع پر لکھنے والوں کے لیے درکار تھیں، اگرچہ مولانا ندوی کے اس نازک، علمی و تاریخی اور سوانحی سفر میں بڑے نازک موڑ اور سخت و ہمت شکن گھاٹیاں بھی آئیں، جن سے گزرنا آسان نہ تھا، لیکن محض توفیق الٰہی کی خاص دستگیری، وسیع قلب، متوازن فکر، وسیع و دقیق مطالعہ اور ذوق تحقیق کی قوت و ہمت اور مشق شناوری کی بدولت وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس کے کامیاب نمونے ''تاریخ دعوت و عزیمت''، ''نبی رحمتؐ''، ''المرتضیٰ'' ''کاروان زندگی''، ''سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ''...... ''تذکرہ مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی''،......''سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ''،......''مولانا محمد الیاسؒ'' اور اُن کی دینی دعوت''، ''حیاتِ عبدالحیؒ'' (والد گرامی مولانا علی میاں) اور ''ذکر خیر'' (والدہ محترمہ کی سوانح عمری پر مبنی کتابیں) وغیرہ تصانیف ہیں۔

مولانا ندویؒ نے ان سوانحی کتب میں صاحب سوانح کے حالات زندگی، ان کی شخصیت ان کی نمایاں صفات، ان کا انداز تربیت و دعوت، تعلق باللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثیر اور معرفت و سلوک کے ایمان افروز اور دل آویز تذکرے لکھے ہیں، جن کے مطالعہ سے انسان اپنی زندگی کا صحیح اور اصلاحی رُخ متعین کر سکتا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو سوانح نگاری میں اپنے منفرد اسلوب کے سبب امتیازی مقام حاصل ہے۔ آپ صرف شوکت الفاظ سے قاری کو مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ یہ آپ کا جذبہ دروں ہوتا ہے جو قلم و قرطاس کے ذریعے قاری کے قلب پر نقش ہوتا چلا جاتا ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی (سابق صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج لاہور):

''مولانا کی اردو تحریر میں دو باتیں اہم ہیں ایک یہ کہ وہ جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ ایسے انداز میں کہتے ہیں جو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' (دل سے اُٹھتی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے) کا مصداق ہے اور دوسرا یہ کہ ان کے اسلوب میں ایسی فصاحت اور ایسی سلاست ہوتی ہے کہ اس کی کوئی اور مثال پیش نہیں کی جا سکتی''۔ (۴)

مولانا ندوی کی سوانحی تحریروں اور اسلوب بیاں میں جو خاص انفرادیت ہے وہ الفاظ کا انتخاب اور اُن کا استعمال کرنے کا سلیقہ ہے، آپ سادہ مگر دلکش انداز میں کسی فطری منظر سے لیکر

سیاست کے پیچیدہ مسئلوں تک خامہ فرسائی کر جاتے ہیں، مگر ذہن ان کے بیان کے بوجھ سے تھکتا اور نہ ہی طبیعت گھبراتی ہے، بلکہ اس کی نثر سے طبیعت ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ آپ کے اسلوب میں سادگی وسلاست واضح طور پر نظر آتی ہے، چھوٹے الفاظ، سیدھے جملے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ دریا کی روانی کی طرح ان کے ہاں خیالات کا تسلسل اور بہاؤ ہے، وہ عربی و فارسی کی بھاری بھرکم تراکیب سے بھی گریز کرتے ہیں اور انگریزی الفاظ کا بھی سہارا نہیں لیتے، البتہ موقع ومحل کے مطابق عربی و فارسی اور اردو کے اشعار، ضرب الامثال اور اقوال وغیرہ نہایت چابکدستی سے استعمال کرتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن ندوی بحیثیت سوانح نگار کے حوالے سے اُن کی سوانحی کتب میں سے چند نمونے پیش خدمت ہیں، جن سے اُن کے اسلوب بیان، منظر کشی، جزئیات نگاری، شخصیت اور خاندانی پس منظر، ادبی تزئین، عبرت آموز اسلوب، محاورات وتراکیب کا استعمال اور جملوں اور فقروں کی بناوٹ کا عکس واضح نظر آتا ہے۔

(الف) منظر نگاری

مولانا ندوی کا یہ امتیاز رہا ہے کہ جس شخصیت کی بھی سوانح نگاری کی ہے، اُس کے علاقے کے محل وقوع اور دیگر حالات کی بھی منظر کشی کی ہے۔ مولانا نے اپنی خودنوشت......سوانح عمری میں اپنے گاؤں کا منظر ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

> ''آپ جب شہر رائے بریلی سے مشرق وشمال کی طرف آئیں تو میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر سئی ندی کے کنارہ پر سادات کے چند گھروں کی ایک چھوٹی سی بستی نظر آئے گی۔ شہر کو اس بستی سے ملانے والا راستہ کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں کا ہے، جو بالکل خام ہے اور بارش میں تقریباً ناقابل گزر ہو جاتا ہے......اس بستی میں داخل ہوں تو پہلے املی کا ایک نہایت تناور اور جغادری درخت ملے گا، جس کے نیچے پوری پوری باراتیں اور قافلے ٹھہر سکتے تھے۔
>
> مسجد کے نیچے سئی ندی بہتی ہے جو دیکھنے میں ایک حقیر، بے ضرر اور بے آزار ندی معلوم ہوتی ہے، لیکن سخت بارش اور سیلاب کے زمانے میں اس کی طغیانی وفتنہ

سامانی کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔بستی کے مکانوں کے مغربی جانب باغات کا سلسلہ ہے، مشرقی جانب ہرے بھرے کھیتوں کا سلسلہ ہے، جس کی وجہ سے یہ بستی اس بحر اخضر میں ایک جزیرہ معلوم ہوتی ہے''۔(۵)

(ب) جزئیات نگاری

مولانا ابوالحسن علی سوانح نگاری کے دوران تمام جزئیات کو مدنظر رکھتے تھے، بعض افراد کی شخصی خصوصیات بیان کرتے ہوئے بھی انہوں نے یہی انداز اپنایا ہے ''حیات عبدالحی'' میں اپنے والد محترم کے جسمانی خدوخال کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''والد محترم نہایت متناسب الاعضا، میانہ قد اور وجیہ وجمیل تھے، بدن دوہرا تھا، لبوں پر اکثر اوقات مسکراہٹ رہتی تھی، رنگ گندمی کھلتا ہوا، پیشانی درخشاں، آنکھیں فراخ، بینی موزوں وستواں، ہونٹ ہلکے، داڑھی زیادہ تر سیاہ، چند بال سفید، نہایت جامہ زیب، لباس ہمیشہ لطیف ونفیس پہنتے تھے، عمامہ کا دائمی معمول تھا''۔(٦)

(ج) شخصیت اور خاندانی پس منظر

مولانا مرحوم کا یہ اسلوب رہا ہے کہ جس شخصیت کی بھی سوانح نگاری کی ہے، اس کے خاندان کا پس منظر ضرور بیان کیا ہے۔مولانا محمد الیاسؒ کے خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا محمد الیاسؒ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی......اختر الیاس تاریخی نام ہے۔ آپ کا بچپن اپنے ننہال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب مرحوم کے پاس ''نظام دین'' میں گزرا۔اس وقت کاندھلہ کا یہ خاندان دینداری کا گہوارہ تھا۔مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، عبادت گزاری، شب بیداری، ذکر وتلاوت کے قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں''۔(۷)

(د) ادبی تزئین

آپ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی سوانح عمری لکھتے وقت اُن کی سیرت و کردار کو بڑے ادبی رنگ میں پیش کرتے ہیں، جس سے مولانا ندوی کا اسلوب اور طرز بیان کا ایک منفرد عکس نظر آتا ہے، بیان کرتے ہیں:

''شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار و سکینت اور ضبط و تحمل کے فانوس میں عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ تھا جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں، ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا تھا اور وہ شاید ان کے تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا۔ ان کا حال وہ تھا جو سودا نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے:

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

عشق و محبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے اور اس کے شرارے، اسی وقت نظر آتے ہیں، جب عشق الٰہی ذات رسالت پناہی اور واصلان بارگاہ الٰہی کا تذکرہ ہو'' (۸)

(ھ) محاورات و تراکیب کا استعمال

مولانا محترم اپنی سوانحی تحریروں میں جابجا اردو ادب کے مشہور محاورات و تراکیب کا استعمال بڑی مناسبت سے کرتے ہیں، انسانی رویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''انسانوں کے مختلف طبقوں اور انسانی اداروں نے عام طور پر مذہب کو خیر باد کہا...... انسان ''بیل بے زنجیر'' اور معاشرہ ''شتر بے مہار'' ہو کر رہ گیا''۔ (۹)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''بڑی خرابی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام نکال لینا چاہتا ہے اور ہماری یو۔ پی کی زبان میں ''اپنا اُلو سیدھا کر لینا چاہتا ہے'' چاہے کسی کی جان جائے یا کسی کے بچے مر جائیں''۔ (۱۰)

مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھتے ہوئے محاورہ کے استعمال اس طرح کرتے ہیں کہ پورا مطلب واضح ہو جاتا ہے:

''اور اب جن لوگوں کی انہوں نے رفاقت اختیار کی تھی یا جوان کے گرد جمع ہو گئے تھے، وہ ان کے خلوص، جذبۂ قربانی، قابلیت اور بلند عزائم میں ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ''یوسف بے کارواں'' بن کر رہ گئے''۔ (۱۱)

اس کے علاوہ مولانا محترم اپنے بچپن کے بارے میں لکھتے ہوئے ہندی محاورہ استعمال ایسے انداز میں کرتے ہیں:

''یہاں پر بلا تکلف اس حقیقت کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ میرا بچپن بڑا غیر درخشاں، بلکہ مایوس کن اور ہندی محاورہ ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کے بالکل برعکس تھا''۔ (۱۲)

(و) جملوں اور فقروں کی بناوٹ

مولانا علی میاں کے اسلوب میں سب سے اہم خاصیت نظر آتی ہے، وہ جملات وفقرات کا بناؤ اور استعمال ہے۔ آپ جملات وفقرات کو اس قدر لطیف طریقے سے استعمال کرتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موتیوں کو ہار میں پرو دیا گیا ہو۔

نمونے کے طور پر چند اقتباسات

مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اللہ نے محمد علی کو وہ سب صلاحیتیں اور کمالات عطا فرمائے تھے، جو ایسے رہنماؤں کے لیے ضروری ہیں جو ملکوں اور قوموں میں انقلاب لاتے ہیں، سوئی ہوئی بستی جگاتے ہیں، خلوص کا ایک دریائے بیکراں، پارے کی سیمابی اور بجلیوں کی بے تابی، خطابت کی جادوگری، شخصیت کی دلآویزی، خلقی وفطری محبوبیت وموہنی اور سب سے بڑھ کر دل کی وہ چوٹ اور جگر کا وہ زخم جو اس درجہ میں ان کے ساتھیوں میں سے کم کسی کے حصہ میں آیا تھا''۔ (۱۳)

امام ابن تیمیہؒ کی تصنیفی وعلمی خصوصیات کا ذکر ان خوبصورت طریقے سے پیش کرتے ہیں:

''امام ابن تیمیہؒ نے اپنے حافظۂ خداداد سے اس پورے علمی ذخیرہ پر عبور حاصل کیا اور اس کو فکری طور پر ہضم کیا اور اس سے اپنی تصنیفات میں پورا فائدہ اُٹھایا، لیکن ان کی بے چین اور مواج طبیعت، ان کا نکتہ سنج ونکتہ آفریں دماغ اور ان کا سیال ورواں قلم اس پر قانع نہیں ہوسکتا تھا

کہ وہ صرف نقل و روایت اور شرح و تلخیص یا انتخاب پر اکتفا کریں۔ قرآن مجید کا گہرا علم، مقاصد شریعت سے گہری واقفیت اور اصول فقہ اور اصول تشریع کا ملکہ راسخہ ان کی ہر تصنیف میں ان کا رفیق ہے۔'' (ص ۱۴)

مولانا ندوی نے سیرت سید احمد شہید لکھتے ہوئے ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی حالت کو بڑے خوبصورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ جن میں فقرات کا استعمال اور اردو ادب کے الفاظ کا انتخاب قابل تعریف ہے۔

''فسق و فجور میں ترقی تھی، مگر فسق و فجور پر اصرار اور معاصی و محرمات کے اظہار و اعلان کا رواج نہیں ہوا تھا، اہل دین کی توقیر اور اہل علم کا اعزاز بھی قائم تھا اور دین کے ساتھ تمسخر و استہزاء کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔ محکومی اور غلامی کے لیے تیاری شروع ہو گئی تھی، مگر اسلاف کی مردانگی و سپہ گری کا بچا کھچا سرمایہ باقی تھا۔ شجاعت و دلیری، وفاداری، وضع داری، پختگی، استقامت، عالی ہمتی، فراخ حوصلگی، جفاکش و مستعدی، جوہر شناسی، ذہانت و طباعی سے ابھی ہندوستانی مسلمانوں کا دامن خالی نہیں ہوا تھا۔'' (ص ۱۵)

آخر میں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (رئیس عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان، سابق پرنسپل یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور) کے الفاظ پر اختتام کرتے ہیں جو انہوں نے مولانا محترم کی خداداد صلاحیتوں کے اعزاز میں خراج تحسین پیشکرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس سے آپؒ کی ادبی و علمی خدمات کا برملا اظہار کیا گیا ہے:

''مولانا ابوالحسن علی ندوی کے حوالے سے ایک بات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور اس کو تاریخ میں کبھی کوئی چیلنج نہیں کر سکے گا۔ وہ یہ ہے کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں برصغیر میں عربی ادب کا اتنا بڑا ادیب کبھی پیدا نہیں ہوا۔ عربی زبان میں جو طرز انشاء اور اسلوبِ نگارش مولانا نے اپنایا ہے وہ ایسا ہے کہ اسے سہل ممتنع کہا جا سکتا ہے اور سہل ممتنع یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی آدمی آپ کے سامنے باتیں کر رہا ہے جو بظاہر تو اتنی آسان ہیں اور اتنی عام فہم ہیں آپ کا دل یہ کہتا ہے کہ یہ باتیں تو میں بھی کہہ سکتا ہوں، لیکن آپ جب کھڑے ہوں بولنا چاہیں یا آپ قلم پکڑیں اور کاغذ پر لکھنا چاہیں تو کاغذ اور قلم دونوں آپ کا ساتھ نہ دیں تو ایسی تقریر یا تحریر کو سہل ممتنع کہا جاتا ہے جو بظاہر تو آسان ہو لیکن ناممکن ہو۔'' (ص ۱۶)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ندوی، ابوالحسن علی، سید، مولانا، پرانے چراغ، حصہ اول، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۷۵ء، ص۱۴

۲۔ندوی، سوانح حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ (مقدمہ)، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص۲۳۔۲۴

۳۔ندوی، نبی رحمتؐ (پیش لفظ) مترجم مولوی سید محمد الحسنی کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۸ء، ص۲۶

۴۔ڈاکٹر محمود الحسن عارف (مرتب)، روداد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تعزیتی سیمینار، سہ ماہی مجلّہ قافلہ ادب اسلامی، لاہور۔
جلد۱، شمارہ ۱۔۲، فروری تا جولائی ۲۰۰۰ء ص۱۹۴۔۱۹۵۔

۵۔ندوی، کاروانِ زندگی، جلد اول، کراچی مجلس نشریات اسلام، ص ۳۵۔۴۰، س۔ن

۶۔ندوی، حیات عبدالحی، کراچی مجلس نشریات اسلام، ص۲۳۹، ۱۹۸۵ء

۷۔ندوی، حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹ء، ص۴۹

۸۔ندوی، سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ص۱۹۹، س۔ن

۹۔ندوی، نبی رحمت، ص۶۳۱۔

۱۰۔ندوی، کاروان زندگی، جلد۳۔

۱۱۔ندوی، پرانے چراغ، جلد۲۔

۱۲۔ندوی، کاروانِ زندگی، جلد۱، ص۸۳۔

۱۳۔ندوی، پرانے چراغ، جلد۲، ص۵۲۔

۱۴۔ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۲، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۷ء جلد۲ ص۳۱۴

۱۵۔ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۱، ص۸۱

۱۶۔ڈاکٹر ڈاکٹر محمود الحسن عارف (مرتب)، روداد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تعزیتی سیمینار، قافلہ ادب اسلامی، ج۱، عدد۱
ص۲۰۱، فروری تا جولائی ۲۰۰۰ء عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان، لاہور